حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

مشنری اور ہندوستان کی زبانیں

Missionaries and the Hindustani Languages

ڈاکٹر سامیہ احسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر عروبہ مسرور صدیقی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور

مزمل قمر

لیکچرار، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج، کھڈیاں خاص، قصور

Abstract

European missionaries, when came to the sub-continent, found it very difficult to communicate with local population without knowing the languages of each other. To resolve the problem they worked over local languages. First they started to read and write these languages in roman letters, but afterwards they paid a lot of attention towards their grammar and diction. Many of them wrote dictionaries of these languages in Latin and English. Their main objective was preaching Christianity so they translated and printed Bible in local languages. They also set up printing press for this purpose. The first local language newspaper was also introduced in sub-continent by these missionaries. Although their efforts were for religious purposes but those were also become a great support for upgrading local languages and literature.

KeyWords: Missionaries, communication, Local population, Local Languages, Grammar and diction, Preaching Christianity,

۲۷ مئی ۱۴۹۸ء کا دن ہندوستان کی تاریخ میں اہم ترین دن ہے جب پرتگال کے واسکوڈے گامانے مالا بار کے ساحل پر قدم رکھا۔ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ:

> ''27 مئی ۱۴۹۸ء کی تاریخ کا وہ ایک لمحہ ہندوستان کی مشرقیت، سیاسی سوجھ بوجھ، معاشی منصوبہ بندی اور تہذیبی منطقے کے لیے ایک چیلنج بن گیا جب پرتگالی جہاز ران واسکوڈے گاما کی قیادت میں مالا بار کے ساحلی علاقے پر پہلی بار لنگر انداز ہوئے۔'' (۱)

پرتگالیوں کے بعد ڈچ آئے، پھر انگریز پہنچے، اور فرانسیسی ان سب کے بعد ہندوستان میں داخل ہوئے۔ یورپ کی ان تمام قوموں نے اپنی تجارتی ضرورتوں کے لیے ہندوستان کی صوبائی اور مقامی زبانوں میں دلچسپی لینا شروع کی لیکن پرتگیزیوں نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی ان زبانوں کو ''مسیحی تبلیغ'' کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ہندوستان میں پرتگیزیوں کی ''ہوس اقتدار'' کے ناکام ہونے کا سبب بھی یہی بتایا جاتا ہے کہ ان کی دل چسپیاں تجارتی اغراض سے ہٹ کر کلیساؤں کی طرف زیادہ بڑھ گئی تھیں جو جنوبی ہندوستان میں جگہ جگہ قائم کیے جا چکے تھے۔

ہندوستان میں مغربی زبانوں سے تراجم کا آغاز بھی اسی زمانہ میں ہوا۔ بائیبل کے ترجمے کے حوالے سے پرتگالیوں کو اوّلیت حاصل ہے۔ ہندوستان میں چھاپہ خانوں کی ابتدا بھی پرتگیری پادریوں کی تبلیغی سرگرمیوں سے ہوئی۔ گوا میں انھوں نے اپنا چھاپہ خانہ قائم کر کے بائبل کا اولین بنگالی ترجمہ شائع کیا جس کی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ اس کے علاوہ مسیحی تعلیمات کی کئی ''کائی کزم'' (مسیحی تعلیمات بطور سوال وجواب) پرتگالی اور دیگر مقامی زبانوں میں سولھویں صدی کے وسط تک چھاپی گئیں اور اس کے بعد سولھویں صدی کے آخری دور میں ''تامل'' اور ''ملیالم'' زبانوں میں بھی اسی قسم کی ''کائی کزم'' شائع کی گئیں جس سے ہندوستان کے تصنیفی شعور میں ارتقائی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں:

> ''پرتگیزیوں نے اپنے مذہبی پیش وا بھیجے جو جیسوئٹ Jesuit فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ گوا میں ان کی مستقل اقامت تھی۔'' (۲)

ہندوستان میں آنے والے آریاؤں، بدھوں، عربوں اور تاتاریوں کی طرح پرتگال، ہالینڈ، انگلستان اور فرانس بھی اپنے ساتھ اپنا ثقافتی ورثہ لے کر ہندوستان کے ساحلوں پر اترے اور جذبہ برتری کے باوجود ہندوستانی تہذیب سے قریب تر ہوتے چلے گئے۔ عربوں کے تمدن سے ہندوستان پہلے ہی متاثر ہو چکا تھا، پرتگیزیوں کی تہذیب و معاشرت کو ان اثرات نے جلد قبول کر لیا، کیونکہ پرتگال اسپین میں ضم ہونے کے بعد وہاں کے قدیم عرب تمدن کی بہت سی یادیں اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھا۔ اسی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

طرح ڈچ تہذیب اور فرانسیسی زبان کے الفاظ بھی انگریزی کے ساتھ ہندوستانی زبانوں میں گھل مل گئے جس کے امتزاج کا تقاضا یہی تھا کہ ایک نئی زبان جنم پا جاتی۔ چنانچہ جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں پر ایک نئی قسم کی زبان پیدا ہو گئی جسے پروفیسر حامد حسن قادری نے "پرتگالی ہندوستانی" زبان کا نام دیا ہے۔(۳)

پرتگال والے سب سے پہلے ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے تجارت کی، حکومت میں حصہ لیا، جائدادیں بنائیں، مشنری بھیجے، ان کے ذریعے اپنا مذہب پھیلایا۔ ان سب کاموں اور مصروفیتوں کے لیے اہل ہند سے میل جول کی ضرورت تھی اور میل جول، بغیر زبان کے استعمال کے، مؤثر نہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے سواحلِ ہند کی زبانیں سیکھیں اور انھیں اپنی زبان سکھائی۔

پرتگالیوں کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اثر جنوبی ہند کی زبانوں پر پڑا جہاں عیسائیوں کے بہت سے کلیسا اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں قائم کیے جا چکے تھے اور کئی مشنری دین کے فروغ کے لیے سرگرمِ عمل تھے۔ ان کا نہ صرف عوام سے رابطہ تھا، بلکہ وہ تحریر اور تقریر دونوں کے لیے ہندوستانی زبانیں سیکھنے کے لیے کوشاں تھے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ بہت سی ایسی چیزیں بھی لائے جو اس سے قبل ہندوستان کے باشندوں کے لیے شناسا نہیں تھیں۔ چنانچہ ان کے پرتگالی نام ہی ہندوستانی زبانوں میں اختیار کر لیے گئے؛ مثلاً الماری، بالٹی، پستول، صابن، کارتوس، میز، تولیا وغیرہ۔ مرہٹی، بنگالی، اڑیا وغیرہ زبانوں میں صدہا پرتگالی الفاظ مل گئے اور پھر اندرون ملک پہنچ کر اردو میں شامل ہو گئے۔

ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں اہل پرتگال کی زبان اتنی اثر انداز ہو چکی تھی کہ اہل یورپ باہمی گفت گو اور اہلِ ہند سے میل جول کے لیے یہی زبان استعمال کرتے تھے۔ اس دور کے مورخین کی لکھی ہوئی کتب سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اہلِ پرتگال کو یہ فخر حاصل تھا کہ ان کی زبان نے سواحل ہند پر ایک مشترک زبان پیدا کر دی تھی جو تمام اہلِ یورپ کے لیے مفید ثابت ہوئی۔

چونکہ عموماً پرتگالی مشنری عوام سے رابطے میں رہتے تھے، اس لیے ان کی زبان کے اثرات جو کچھ اُردو پر ہوئے وہ صرف الفاظ کے شکل میں ہوئے، اردو انشا پردازی پر کوئی اثر نہ پڑا؛ بلکہ خود ان لوگوں نے ہندوستانی زبانیں سیکھیں؛ اردو سیکھی اردو میں شاعری کی؛ خصوصاً فرانسیسی اردو شاعروں کے حوالے بھی تذکروں میں پائے جاتے ہیں۔

مغربی ممالک سے آنے والے مبلغین یوں تو بظاہر بہت نیک اور سادہ دل انسان ہوتے تھے، مگر حقیقتاً ان کے خیالات تنگ اور محدود تھے۔ اہل ہند کے بارے میں خصوصاً ان کی رائے اچھی نہ تھی۔ ایک تو وہ انھیں بے دین سمجھتے تھے، دوسرا جاہل اور اجڈ گردانتے تھے۔ رڈیارڈ کپلنگ کی نظم " White man's Burden " ان کی اس سوچ کی بہت عمدہ عکاسی کرتی ہے:

"Take up the White Man's Burden_____
Send forth the best ye breed._______
Go bind your sons to exile
To serve your captives' need
To wait in heavy harness,
On fluttered folk and wild_____
Your new-caught, sullen peoples,
Half-devil and half-child".

۱۷۰۶ء میں سب سے پہلے ڈنمارک نے ٹرینکوے بار (جنوبی ہند) پر پروٹسٹنٹ فرقے کے مشنری بھیجے۔ انھوں نے نا صرف جنوبی ہندوستان کی تہذیب و تمدن میں دل چسپی لی بلکہ اس کی تحقیق اور کھوج میں عملاً بھی حصہ لیا۔ انہی میں جرمن مبلغ **شوارٹ** (Schwartz) بھی تھا جو پہلے پہل ۱۷۵۰ء میں ساحل کارومنڈل پر اہل ڈنمارک کی آبادی ٹراونکور میں پہنچا۔ اس نے ہندوستان آنے سے پہلے تامل زبان پڑھی تھی۔ بعد میں اس نے مدراس کی حکومت کے ماتحت قلعے کی افواج میں پادری کی حیثیت سے ملازمت کر لی اور پھر اہل برطانیہ کے توسط سے تنجور کے راجہ کا اتالیق بن گیا۔

کارمیلی پادری **فرا پاؤلینو بارتولومیو** زیادہ عرصہ تک جنوبی ہندوستان میں رہا۔ ہندوستان میں اس کا قیام ۱۷۸۶ء سے ۱۷۸۹ء تک تھا۔ اس نے جرمن زبان میں ہندوستان کے رسم و رواج کے متعلق ایک کتاب لکھی۔ ۱۷۹۹ء میں اس کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا گیا۔

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

سیرام پور کے مشنریوں اور کلیم فرقے کے عیسائیوں نے ہندوستان میں تعلیم کو فروغ دینے میں عملی طور پر کافی حصہ لیا۔ ان مشنریوں کی تحریک نے ہندوستان کی مقامی زبانوں پر بہت زیادہ اثر ڈالا۔ عیسائی مشنریوں نے بلاشبہ تعلیم وتدریس پر بہت توجہ دی لیکن لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کا جذبہ ان کی تعلیمی کوششوں کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوا۔

عیسائی مشنری جب تبلیغ کی غرض سے برصغیر میں آئے یا بھیجے گئے تو انھیں مقامی زبانوں کے رسم الخط کو پڑھنے اور سمجھنے میں بہت دقت پیش آئی۔ بول چال کی حد تک زبان سیکھنا نسبتاً آسان ہے، لیکن تحریر کے لیے رسم الخط سے آشنائی ضروری تھی۔ اس مشکل کا حل رومن رسم الخط کی صورت میں نکلا۔ عیسائی جماعتیں تبلیغ کا کام رومن خط میں کرنے لگیں۔ عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید کے مختلف حصے مقامی زبانوں اور فارسی زبان میں رومن خط میں چھپنے اور تقسیم ہونے لگے۔ برصغیر کے بارے میں جغرافیائی معلومات اور زبان جاننے کے لیے بہت سے مستشرقین نے لغات مرتب کیں جو انگریزی، ہندوستانی (اردو) زبان میں تھیں۔ بہت سی لغات اور کتب رومن رسم الخط میں بھی لکھی گئیں۔ اگرچہ دیوناگری رسم الخط کو بھی استعمال کیا گیا تاہم رومن لکھنے اور پڑھنے میں انگریزوں کو زیادہ آسانی تھی۔

جان جوشوا کیٹلر وہ پہلا شخص ہے جس نے تقریباً ۱۷۱۵ء میں ''ہندوستانی صرف ونحو'' کے نام سے اُردو زبان کی پہلی گرامر لکھی جس کو ۱۷۴۲ء میں ڈیوڈمل نے لاطینی حروف میں پہلی بار شائع کیا۔ محمد عتیق "گل کرسٹ اور اس کا عہد" میں لکھتے ہیں:

> ''جان جوشوا کیٹلر ہندوستان میں وارد ہوا جو ہالینڈ کا باشندہ تھا۔ اس نے ہندوستانی زبان Lingua hindostanica کے قواعد لاطینی زبان میں مرتب کیے۔'' (۴)

اس کی گرامر میں کئی جگہ پر اردو زبان کی عبارتیں بھی رومن حروف میں لکھی گئی ہیں۔

ولیم گریسن نے رومن حروف کے ذریعے مقامی حروف کے صحیح تلفظ کی ادائیگی کے لیے حروف کے اوپر اور نیچے نقطے لگا کر یا لکیر کھینچ کر اور کہیں دو حروف کو ملا کر ایک مکمل رسم الخط بنایا۔ مثلاً "ch, kh, zh, sh, gh, ai, au, q,y" وغیرہ۔

اردو زبان کو رومن حروف میں لکھنے کے حوالے سے شان الحق حقی لکھتے ہیں:

> ''اردو کو رومن میں لکھنے کی روایت کوئی آج کی بات نہیں۔ اردو کا بہتیرا لٹریچر رومن میں چھپا ہے۔ اس میں بائبل کے ترجموں سے لے کر اُردو قواعد و لغات اور اردو نظم ونثر کے شہ پارے حتیٰ کہ مولانا شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن بھی شامل ہے جو ۱۸۷6ء میں لدھیانے سے رومن میں چھپا۔''(۵)

پادری بنجمن شلز نے '' Grammatica indostanica '' کے نام سے لاطینی میں ایک رسالہ ۱۷۴۴ء میں شائع کیا۔ اس میں اردو یا ہندوستانی الفاظ فارسی، عربی رسم الخط میں بھی لکھے گئے تھے اور دیوناگری رسم الخط کی وضاحت بھی کی گئی تھی۔ ۱۷۴۸ء میں پادری بنجمن شلز ہی نے بائیل کا اردو ترجمہ کیا۔

اس زمانے میں زیادہ تر کتابیں اردو کے صرف ونحو پر اور لغات پر ہی لکھی گئیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے: "Hobson Jobson" کے نام سے ایک اینگلو انڈین محاورات کی لغت شائع ہوئی۔ ۱۷۴۴ء میں **ڈیوڈمل** نے ہندوستانی حروف تہجی میں ایک مختصر کتاب لکھی۔ پادری **کیسا نو بیلی** گائی، جو اٹلی کا رہنے والا تھا اس نے بھی اردو رسم الخط پر ایک رسالہ ''**الفائیٹم برہمانکم**'' کے نام سے ۱۷۶۱ء میں لکھا۔ **ہیڈلے** نے ۱۷۷۲ء میں اردو گرامر تصنیف کی۔ ڈن جو ۱۷۸۵ء میں ہندوستان آیا، اس نے کلکتہ کے قیام کے دوران سنسکرت، بنگالی اور اردو زبانیں سیکھیں۔ اس نے بھی ایک اردو گرامر لکھی جو لندن سے شائع ہوئی۔ **جی۔ اے۔ فرٹز** نے ۱۷۴۸ء میں اردو حروف تہجی پر ایک کتاب لکھی جس میں دوسری زبانوں کے حروف تہجی سے ان کا مقابلہ کیا گیا تھا۔

عیسائی مشنریوں کا زیادہ تر کام لغات، قواعد اور بائیبل کے تراجم کے سلسلے میں تھا۔ کیونکہ وہ بائیبل کے تراجم مقامی زبانوں میں کرنا چاہتے تھے اس لیے ان زبانوں کے قواعد، صرف ونحو اور لغت سے آگاہی بہت ضروری تھی۔ ان زبانوں کو ان کی اصل ہیئت میں اور بامحاورہ بولنے اور لکھنے کے لیے ان سب باتوں کا جاننا ضروری تھا، چنانچہ زیادہ زور اسی سمت نظر آتا ہے۔

تبلیغ کے سلسلے میں چونکہ تقریر ہی نہیں بلکہ تحریر کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے، چنانچہ مشنریوں نے اس سمت بھی توجہ کی۔ چھپائی میں بہت سے مسائل درپیش ہوتے تھے۔ فارسی اور ناگری ٹائپ کے لیے پتھر کی چھپائی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ لکڑی کی کلیں استعمال ہوتی تھیں جنھیں بار بار رگڑنا پڑتا تھا۔ چنانچہ مشنریوں نے ٹائپ مشینیں بنانے اور پریس لگانے کی کوششیں کیں۔ اگرچہ اردو رسم الخط آج بھی ٹائپ میں مشکل سمجھا جاتا ہے، تاہم انہوں نے اس

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

زمانے میں دیسی رسم الخط کی ٹائپ بنائی، چھاپہ خانے لگائے۔ بعد میں حکومت نے بھی اس سلسلے میں مدد کی۔ کلکتہ میں چھاپہ خانہ لگا جس سے فورٹ ولیم کالج کی کتابیں شائع ہوئیں۔

انگریز پرتگالیوں سے سو برس بعد تجارت کرنے آئے۔ انھوں نے اردو زبان کی رفتارِ ترقی اور قبول عام کو دیکھ کر اس طرف توجہ کی۔ ان سے پہلے ہالینڈ اور پرتگال والے اردو کی قواعد صرف و نحو پر کتابیں لکھ چکے تھے۔ اٹھارویں صدی میں خود برصغیر کے شعرا کی طرف سے اصلاح زبان اور صرف و نحو کے حوالے سے بعض اہم کاوشیں سامنے آچکی تھیں۔ سراج الدین خان آرزو کی ''سراج اللغات''،''غرائب اللغات'' اور قواعد کی کتاب '' نوادر الالفاظ ''، امام بخش ناسخ کی مربوط کاوشیں اور انیسویں صدی کے آغاز میں لکھی جانے والی انشاء اللہ خان انشاء کی اردو قواعد کی کتاب ''دریائے لطافت '' خصوصاً بہت اہمیت کی حامل تھیں۔ انگریزوں نے بھی اٹھارہویں صدی میں اردو گرامر اور لغت کی متعدد کتابیں لکھیں۔ انیسویں صدی میں مشن کے پادریوں نے مذہبی کتابیں اردو زبان میں شائع کیں۔ اردو اخبار اور رسالے جاری کیے۔ ۱۸۳۲ء میں اردو کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔

برطانیہ سے آنے والوں میں یا تو سرکاری لوگ تھے یا مشنری۔ برطانوی افسروں کی تعلیم کے لیے سرکاری تحریک اور سیرام پور کے مشنریوں کی تحریک، دونوں نے ہندوستانی زبانوں پر بہت اثر ڈالا۔ انگریزوں کے نوآبادیاتی نظام اور عیسائیت کی اشاعت کے بارے میں سید علی عباس جلال پوری لکھتے ہیں:

> ''ملوکیت پسندوں اور تاجروں نے سترھویں صدی سے مذہبی تبلیغ کی اہمیت کو محسوس کر لیا تھا، چنانچہ سینکڑوں مشنری ادارے قائم کیے گئے اور مشنری عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جوق در جوق مشرقی ممالک کو جانے لگے۔ یہ سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔'' (۶)

مبلغین کو ہندوستان بھیجنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اگر مقامی آبادی نے عیسائیت قبول کر لی تو وہ اپنے ان غیر ملکی آقاؤں کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر ان کے اقتصادی استحصال کے خلاف احتجاج نہیں کریں گے۔ یوں مغربی طاقتوں نے مذہب کے نام پر اپنا معاشی تسلط قائم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ سیرام پور میں آنے والے عیسائی پادریوں کو ڈنمارک کی حکومت نے تحفظ فراہم کیا۔ سیرام پور کے عیسائی مشنریوں کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جدید بنگالی لٹریچر کی بنیاد پڑ گئی۔ انھوں نے انگریزی کی تعلیم اور ہندوستان میں مغربی اور مذہبی خیالات کو رواج دینے کے معاملے میں بھی دلچسپی لی۔ چنانچہ ''سیرام پور کالج'' اور ''سیرام پور یونیورسٹی'' کی بھی بنیاد رکھی گئی جو ہندوستان کی پہلی مذہبی سند جاری کرنے والی یونیورسٹی تھی۔ فورٹ ولیم کالج اگرچہ بنگال میں تھا لیکن اس نے بنگالی زبان کے لیے اتنا کام نہیں کیا جتنا اردو اور ہندی کے لیے۔ مگر سیرام پور کے مشنریوں نے اپنی توجہ بنگالی زبان پر مرکوز رکھی۔ انھوں نے اپنی سرگرمیاں کلیتاً نہیں تو زیادہ تر بنگالی زبان کے فروغ تک ہی محدود رکھیں، یعنی انھوں نے اس زبان کو باقاعدہ بنانے کی کوشش کی۔ بنگالی زبان کا ٹائپ اور اس کی چھپائی کا انتظام کیا اور بنگالی زبان میں نہ صرف انجیل بلکہ دوسری مفید کتابوں کے تراجم شائع کیے۔ عام عیسائی مشنریوں کی وضع سے، جو اب تک ہندوستان میں وارد ہوئے تھے، ان کی حیثیت بالکل مختلف تھی۔ بپٹسٹ (Baptist) فرقے کے پیرو ہونے کی حیثیت سے ان کا مقصد عوام الناس میں بلا امتیاز تبلیغ کرنا تھا۔ وہ نہ پادری کے منصب کے قائل تھے اور نہ آسمانی اسرار کے معتقد؛ بلکہ وہ عام لوگوں کو انھی کی مقامی زبانوں میں دعوت دیتے تھے، انھی کے علمی اور ادبی سرمائے سے کام لیتے تھے، اور عملی قسم کی مغربی تعلیم پیش کرتے تھے۔ اس مشن کی کامیابی کا انحصار روپے یا تنظیم پر اتنا نہ تھا، جتنا کہ ان کے تین لیڈروں ولیم کیری (William Carey)، جوشوا مارشمین (Joshua Marshman) اور ولیم وارڈ (William Ward) کی شخصیتوں پر۔

دورِ قدیم سے پادریوں کے مغرب سے مشرق کی طرف آنے اور تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لینے میں بعض مشکلات حائل رہیں جن میں فاصلہ اور طویل سفر کی صعوبتیں، قتل کیے جانے کا خوف، ضروریات زندگی کی فراہمی میں دقتیں، مقامی لوگوں کی ''جہالت'' اور ''بربریت'' کے علاوہ زبان کی اجنبیت اور طرز معاشرت سے ناآشنائی کو زیادہ محسوس کیا جاتا تھا۔ ۱۷۸۶ء میں برطانیہ کے پادری ولیم کیری نے ہندوستان کے سفر کا فیصلہ کیا تو اس کے ذہن میں ان تمام مشکلات سے نپٹنے کا ایک خاکہ موجود تھا۔ اس نے باقی مشکلات کی وضاحت اور ان کے حل کی تجاویز کے ساتھ ساتھ زبان کے مسئلے کے بارے میں کہا کہ جو طریقے ہم تجارتی مقاصد کے لیے زبان سیکھنے کی غرض سے استعمال کرتے ہیں، وہی تبلیغ کے عمل میں بھی مفید ثابت ہوں گے۔ بعض مقامات پر ترجمانوں کی ضرورت ہوگی جو عارضی طور رکھے جا سکتے ہیں؛ لیکن اگر ترجمان نہ مل پائے تو مشنری کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ (۷)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ولیم کیری ایک عجیب وغریب شخص تھا۔ وہ انگلستان کے ایک موچی کا شاگرد تھا لیکن زبردست قوت ارادی کا مالک تھا۔ اس نے لاطینی، یونانی اور عبرانی زبانوں کا مطالعہ کیا۔ پھر ۱۷۹۴ء میں پہلے بیپٹسٹ مشنری کی حیثیت سے ۳۳ سال کی عمر میں کلکتہ پہنچا۔ اس زمانے میں عیسائی مشنریوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے علاقوں میں کام کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن سیرام پور کے ڈینش گورنر نے ان مشنریوں کی حوصلہ افزائی کی۔

ولیم کیری نے بنگالی زبان میں انجیل کا ترجمہ کیا جو اس حد تک مقبول ہوا کہ برطانیہ میں British & Foreign Bible Society کی بنیاد ڈالی گئی جس کا مقصد صرف بائبل کے تراجم کی طباعت واشاعت تھا۔ مدن باٹی میں قیام کے دوران کیری نے بنگالی زبان سیکھنا شروع کی ۔اس کے ساتھ ہی اس نے بنگالی میں کتابِ مقدس کے ترجمے کا آغاز کیا تو اسے بنگالی زبان میں ادبیت کی کمی کا احساس ہوا جس کی وجہ سے اسے الفاظ و محاورات کے انتخاب میں بہت محتاط رہنا پڑتا تھا۔ اس مسئلے کے حل کے لیے اس نے سنسکرت کی طرف توجہ کی اور ۱۷۹۶ء میں آریائی اقوام کی یہ مادری زبان سیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب بنگالی میں ترجمہ کرنا اس کے لیے مشکل نہ تھا۔ ۱۷۹۸ء کے شروع میں اس نے سٹکلف (Sutcliff) کو ایک خط میں لکھا:

> ''میں سنسکرت زبان سیکھ رہا ہوں جو شاید دنیا کی سب سے مشکل زبان ہے۔ اس کو سیکھنے کی غرض سے میں سنسکرت کی گرامر اور ڈکشنری کے ترجموں کو انگریزی میں تقریباً مکمل کر چکا ہوں اور ایک ایسی ڈکشنری کی ترتیب کا کام بھی کافی ترقی پا چکا ہے جس میں سنسکرت کے الفاظ کا ترجمہ بنگالی اور انگریزی زبانوں میں ہوگا۔'' (۸)

۱۷۹۸ء میں اس نے بائبل کے اولین بنگالی ترجمے کو تقریباً مکمل کر لیا۔ اس ترجمے کے متعلق اس نے ایک خط میں فُلر (Fuller) کو لکھا:

> ''اس کی ایک نظر ثانی تو ہو چکی ہے لیکن کئی بار نظر ثانی اور کرنی ہوگی۔ میں نے فقط اس کام کے لیے ایک پنڈت کو ملازم رکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ مل کر میں خود حتی الامکان نظر ثانی کرتا ہوں۔ وہ محاورات اور صرف و نحو کی خامیوں کو درست کرتا رہتا اور میں خیالات کے صحیح مفہوم اور ترجمہ کی صحت وصداقت پر نظر رکھتا ہوں۔ معمولی پڑھنے والے کے لیے یہ آسان نہیں کہ بنگالی پڑھتے وقت مناسب الفاظ پر زور ڈالے کیونکہ اس زبان میں اعراب قطعی نہیں ہیں۔ اب چھپائی کے طریقے کا دارومدار سوسائٹی پر ہے، یعنی آیا چھاپنے کی مشین وغیرہ انگلستان سے آئے گی یا یہ یہیں چھپوائی جائے گی اور آیا یہ کہ اس کو چھپوایا بھی جائے گا یا نہیں۔'' (۹)

لیکن سوسائٹی کے فیصلہ کرنے سے پہلے ہی ولیم کیری کلکتہ سے ایک پرانا لکڑی کا پریس مدن باٹی میں لے آیا جو اس کے دوست اوڈنی نے چھیالیس پونڈ میں خرید کر مشن کو بطور عطیہ دیا تھا۔

مشنریوں کی طرف سے صرف بنگالی زبان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی دوسری بہت سی زبانوں میں تراجم کے کام ہو رہے تھے جن کا اندازہ رابرٹ سودے (Robert Southy) کے مضمون کے اس اقتباس سے ہو جاتا ہے:

> ''نئے عہد نامے کے تراجم سنسکرت، اڑیہ، مرہٹی، ہندی اور گجراتی زبانوں میں ہو گئے ہیں اور زیر طبع ہیں۔ فارسی، تلگو، کنڑی، پنجابی، برمی اور چینی زبانوں کے تراجم پر کام ہو رہا ہے۔ ان میں سے چار زبانوں میں آج کل بائبل کا مکمل ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔'' (۱۰)

مشنریوں کے بنگالی زبان میں تراجم کی طرف توجہ اور چھپائی نے بنگالی ادب کو بھی متاثر کیا۔ پنڈت رام رام باسو نے ایک راجا کی سوانح عمری بنگالی زبان میں لکھی، جو بنگالی زبان کی اولین سوانح عمری ہے۔ اسی زمانے میں اس نے بنگالی کہانیوں کا ترجمہ بھی مکمل کیا۔ ولیم کیری کے ایک خط بنام رائے لینڈ (Ryland) کے مطابق ۱۸۰۳ء تک سیرام پور پریس سے رامائن اور مہابھارت کے بنگالی تراجم بھی شائع ہو چکے تھے۔

سیرام پور بیپٹسٹ مشن کے تحت ہونے والے ۱۸۰۱ء سے ۱۸ء تک کے تراجم کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ **نیا عہد نامہ:** بنگالی، سنسکرت، اڑیہ، ہندی اور مرہٹی تراجم
۲۔ **موسیٰ کی پانچ کتابیں:** بنگالی اور سنسکرت میں تراجم
۳۔ **تواریخی کتب:** بنگالی
۴۔ **صحائف انبیاء:** بنگالی، اڑیہ
۵۔ **دیگر کتب مقدسہ:** بنگالی، اڑیہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

یہ تراجم ولیم کیری نے پنڈت توتجے ودیا لنکار کی مدد سے کیے۔۱۸۱۱ء میں پادری ہنری مارٹن نے پہلی بار سیرام پور مشن کے تحت بائبل کا ترجمہ اردو زبان میں کیا جو ۶۵۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ ۱۸۱۲ء میں تراجم کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ۱۸۳۳ء تک درج ذیل تراجم سامنے آئے:

1. **نیا عہد نامہ:** پنجابی، بلوچی، راجستھانی یعنی میواڑی، تلگو، مرہٹی، ہندی، اودھی، کشمیری، پہاڑی یعنی نیپالی، مگھیلی، قنوجی کوتکانی، پشتو، آسامی، بندہ، گجراتی، راجستانی یعنی بیکانیری، کناری، جے پوری، سندھی، ڈوگری، بھٹ نیری، بہاری۔
2. **موسیٰ کی پانچ کتابیں:** ہندی، مرہٹی، اڑیہ، پنجابی، تلگو، مرہٹی، کونکانی، آسامی، پشتو۔
3. **تواریخی کتب:** اڑیہ، پنجابی، سنسکرت، مرہٹی، ہندی۔
4. **صحائف انبیاء:** ہندی، مرہٹی سنسکرت، پنجابی۔
5. **دیگر کتب مقدسہ:** مرہٹی اور سنسکرت۔

یہ تمام تراجم ولیم کیری نے پنڈت مرتونجے ودیا لنکار کی معاونت کے ساتھ ہی کیے تھے۔ان میں سے بعض وہ تھے جو ۱۸۱۲ء کی آتش زدگی میں جل گئے تھے اور پھر دوبارہ کیے گئے۔ان کے علاوہ بھی کچھ تراجم سیرام پور مشن کے تحت چھپے جو مندرجہ ذیل ہیں:

1. ۱۸۲۵ء میں ۲۵۳ صفحات پر مشتمل ترجمہ **"داؤد کی زبور"**۔
2. ۱۸۲۹ء میں **عہد نامہ قدیم**"۔
3. ۱۸۵۱ء میں **کتاب مقدس** کا چھٹا ایڈیشن۔
4. ۱۸۶۱ء میں **"مزامیر"** کا پہلا ایڈیشن بیپٹسٹ مشن کلکتہ سے چھپا۔
5. ۱۸۶۴ء میں **"دعائے عام"** (ترجمہ ہنری مارٹن) کا چوتھا ایڈیشن۔
6. ۱۸۷۸ء میں **"خداداد رتن ہار"** کا پہلا ایڈیشن۔

یہ سب ولیم کیری کی کوششوں سے ہوا جن کا تسلسل اس کی موت کے بعد بھی قائم رہا۔

سیرام پور کالج ۱۸۱۸ء میں قائم ہوا۔ کیری اس کے بانیوں میں سے تھا۔اس کالج کے تحت ہندوستان میں مذہبی اور سائنسی تعلیم کا آغاز کیا گیا جو کہ دیسی زبانوں کے ذریعے دی جاتی تھی۔ بعد ازاں کیری فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں سنسکرت اور بنگالی کا پروفیسر ہو گیا اور ایشیاٹک سوسائیٹی کے ساتھ مل کر کام کرنے لگا۔اس نے اپنے مددگار مشنریوں مارشمین اور وارڈ کے ساتھ مل کر مغربی اور مشرقی تعلیم اور سائنٹفک مطالعے کا مرکز قائم کیا جس نے ہندوستان کی تمدنی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔اس کی بیوی نے، جوان کاموں میں اس کی مددگار تھی، بہرام پر میں ہندوستانی عورتوں کی تعلیم کے لیے ایک انجمن قائم کی جس کے ماتحت چودہ نسوانی مدرسے تھے۔۱۸۳۴ء میں کیری کا سیرام پور ہی میں انتقال ہو گیا۔

دوسرا اہم مشنری لیڈر **جوشوا مارشمین** ایک جولاہے کا بیٹا تھا جو انگلستان میں مدرس کے فرائض انجام دے رہا تھا۔۱۸۹۹ء میں وہ اور اس کی بیوی **حنا مارشمین** سوسائٹی کی طرف سے بھیجے گئے چار رکنی مشنری گروپ میں شامل ہو کر ہندوستان پہنچے اور سیرام پور کے بیپٹسٹ مشن میں شامل ہو گئے۔وہ کلکتہ میں ہندوستانیوں کے مدارس میں کام کرتا رہا۔اس کی بیوی نے ایک بورڈنگ ہاؤس قائم کیا تھا۔۱۸۱۱ء میں اس نے کلکتہ میں مفلس عیسائیوں کے بچوں کو تعلیم دینے کے لیے "Benevolent Institution" کی بنیاد ڈالی مگر جونیر پریذیڈنسی چپلن کی طرف سے اس کی مخالفت کی گئی کیونکہ:

> "۔۔۔ان کے خیال میں مارشمین کے درس گاہ سے کلکتہ میں چرچ آف انگلینڈ کے مدارس کے متعلق مضر میلان پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔" (۱۱)

جوشوا مارشمین نے اپنے بیٹے **جان کلارک مارشمین** کے ساتھ اپنے مشن کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور دریا کے کنارے پر سیرام پور کالج کی ایک خوبصورت عمارت بنوائی۔ یہ عمارت ابھی تک قائم ہے اور اس میں دلچسپ کتابوں پر مشتمل ایک کتب خانہ بھی ہے۔ لیکن دونوں مارشمین باپ اور بیٹے بالخصوص بنگالی اخبار نویسی کے بانی قرار دیے جا سکتے ہیں۔ جے۔ سی۔ مارشمین پہلا شخص تھا جس نے کلکتہ کے نواح میں کاغذ کا کارخانہ قائم کیا۔ یہ کاغذ سستا تھا اور مغربی اصول کے مطابق تیار کیا جاتا تھا، اس لیے اخبار نویسی کی روزمرہ ضروریات کے لیے موزوں تھا۔مقامی مدارس کے لیے ابتدائی کتابوں کا پہلا سلسلہ بھی جے۔سی۔ مارشمین ہی نے مرتب کیا تھا۔اس کا ایک اہم اور قابل تعریف کام **"ہسٹری آف انڈیا"** کی تالیف تھا جو دو جلدوں میں ۱۸۶۳ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اس نے **"بنگال کے دیسی نوجوانوں کے نام"** معنون کی۔

سیرام پور مشن کا تیسرا شخص جس نے دیسی زبان وادب کے معاملے میں بھرپور دلچسپی لی، **ولیم وارڈ** تھا۔وہ ایک بڑھئی کا بیٹا تھا، جس نے جوانی میں انگلستان میں چھپائی کا کام سیکھا تھا۔ وہ ۱۷۹۹ء میں مارشمین کے ساتھ ہی بحیثیت بیپٹسٹ مشنری ہندوستان آیا۔ وہ سیرام پور کالج سے وابستہ ہونے والے ابتدائی افراد میں سے تھا۔ ہندوستان آنے سے قبل وہ انگلستان میں کئی اخباروں کی ادارت کر چکا تھا۔ لہٰذا طباعت کے کام سے بخوبی واقف تھا۔اس نے سیرام پور پریس کی نگرانی کا کام اپنے ذمہ لیا اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

بیس مختلف زبانوں میں انجیل کے ترجمے چھاپے اور بنگالی ٹائپ کو رواج دیا۔ وہ ہندؤں کی تاریخ ادب، ان کے دیوتاؤں کے حالات، ان کی معاشرت، ان کے رسوم اور ان کے فلسفے میں دلچسپی رکھتا تھا، چنانچہ ان مضامین پر اس نے تین جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی جو ۱۸۱۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۲۲ء میں اس کا لندن میں ایڈیشن شائع ہوا۔

ہندوستان کی زبانوں کے اخبارات کے بارے میں عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں پہلا اخبار بنگالی میں ہفتہ وار **"سماچار درپن"** شائع ہوا تھا جو سیرام پور کے مشنریوں نے ۱۸۱۸ء میں جاری کیا۔ ٹرنکیار کے ڈینش مشنریوں نے بھی اٹھارویں صدی میں جنوبی ہند میں ایک کاغذ کا کارخانہ اور ایک مطبع مالا بار زبان میں جاری کیا تھا۔ اخبار **" لدھیانہ"** امریکہ کے عیسائی مشنریوں نے لدھیانہ میں جاری کیا۔ یوں مشرق میں کلکتہ سے لے کر مغرب میں لدھیانہ تک، تمام ملک میں ہندوستانی زبانوں کے اخبارات کا جال پھیل گیا۔ مشنریوں کی دیکھا دیکھی پاری مذہبی پیشوا ملا فیروز نے ۱۸۲۲ء میں مسٹر **فردون جی مرزبان** کے ساتھ مل کر گجراتی اخبار **" بمبئی سماچار"** کی بنیاد ڈالی جو ہندوستان کا قدیم ترین موجودہ دیسی اخبار ہے۔

مسٹر **ایلرٹن** نے پادری کیری سے متاثر ہو کر 19 ویں صدی کے آغاز میں مقامی زبان کے کچھ مدارس قائم کیے۔ کارخانے کے کام سے جو وقت بچ جاتا اس میں انھوں نے طلبہ کے لیے بنگالی زبان میں مختلف کتابیں تصنیف کیں۔ **مسٹر مے** (Mr. May) نامی ایک مشنری نے ۱۸۱۴ء میں چیزہ کے ڈچ قلعہ میں دیسی زبان کا پہلا مدرسہ جاری کیا۔ حکومت نے بھی مقامی افراد کی تعلیم میں کسی حد تک دلچسپی لینی شروع کی لیکن اس کا مقصد زیادہ تر کلرک پیدا کرنا تھا۔ مشنریوں کا نصب العین اس کے مقابلے میں وسیع تھا، لیکن ان کی تبدیلی مذہب کی سرگرمیوں کے باعث بنگالی، خصوصاً اونچی ذات والے انھیں شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انھوں نے مشنریوں کے فراہم کردہ ذرائع سے فائدہ تو خوب اٹھایا لیکن جونہی وہ خود اپنی درس گاہیں قائم کرنے کے قابل ہوئے، انھوں نے عیسائی درس گاہوں کی مذہبی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔

اگرچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل ہند اپنے زبان وادب کے معاملات میں خود کفیل ہوتے گئے تاہم ہندوستان کی مقامی زبانوں مثلاً بنگالی، سنسکرت، تامل، تلگو، گجراتی اور سب سے بڑھ کر ہندوستانی زبان یا اردو نے زبان وادب میں آگے چل کر جو ترقی کی اور ان میں لکھا گیا لٹریچر ٹائپ اور چھاپہ خانوں کی بدولت جتنا پھیلا، اس میں ہندوستان میں آنے والے ان مشنریوں کا بنیادی کردار ہے جنھوں نے اپنے مخصوص مذہبی مقاصد کے لیے ان مقامی زبانوں کی ترویج اور حصول میں سہولتوں کے لیے کوشش کی لیکن ان کی یہ کوشش ان زبانوں کے ارتقاء اور بہتری کا باعث بن گئی اور ان زبانوں کے ادب کی ترویج واشاعت اور اسے پھیلانے کا موجب ہو گئی۔ انھوں نے ان زبانوں کو اہلِ ہند کے قریب آنے کے لیے استعمال کیا لیکن اس کے ساتھ ہی دیسی زبانوں کے ادب اور تعلیم کے لیے راہیں ہموار کر دیں۔ سائنسی مضامین اور علوم کو دیسی زبانوں میں پڑھانے کی بنیاد انھوں نے ہی رکھی تھی جس نے آگے چل کر دہلی کالج، فورٹ ولیم کالج، ہندو کالج اور عثمانیہ یونیوسٹی میں دیسی زبان میں تعلیم کی شکل اختیار کی۔

حوالہ جات

۱۔ حامد بیگ، مرزا: مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ص: ۷۰

۲۔ علی، عبداللہ یوسف: انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ص ۷۱

۳۔ سیتاپوری، نادم: فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی، ۱۹۵۹ء، بھوپال ص: ۵۴۰

۴۔ عتیق، محمد: گل کرسٹ اور اس کا عہد، علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، ص: ۲۲

۵۔ حقی، شان الحق، "رسم الخط کی الجھنیں"، مضمون، مشمولہ لسانی مسائل و لطائف، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء، ص: ۷۵

۶۔ جلال پوری، علی عباس، روح، عصر، راولپنڈی: کتاب نما، فروری ۱۹۶۹ء ص: ۱۰۷

۷۔ حامد بیگ، مرزا: محولہ بالا، ص: ۹۳

۸۔ ایضاً، ص: ۹۸

۹۔ ایضاً، ص: ۹۸ — ۹۹

۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۰۵

۱۱۔ علی، عبداللہ یوسف: محولہ بالا، ص: ۱۳۹